عتیقہ ایوب

زندگی تیرے تعاقب میں

کراچی سٹی ہسپتال میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ عید کا دن تھا' صرف کچھ مستقل مریض تھے جو عید والے دن بھی ہسپتال میں مقیم تھے۔ باقی سب مریض گھر چلے گئے تھے۔ چھ منزلہ ہسپتال کی شان دار عمارت میں چند ہی ڈاکٹرز آن ڈیوٹی تھے' باقی سب عید کی چھٹیوں پر تھے۔ کامن روم میں اس وقت ڈاکٹر

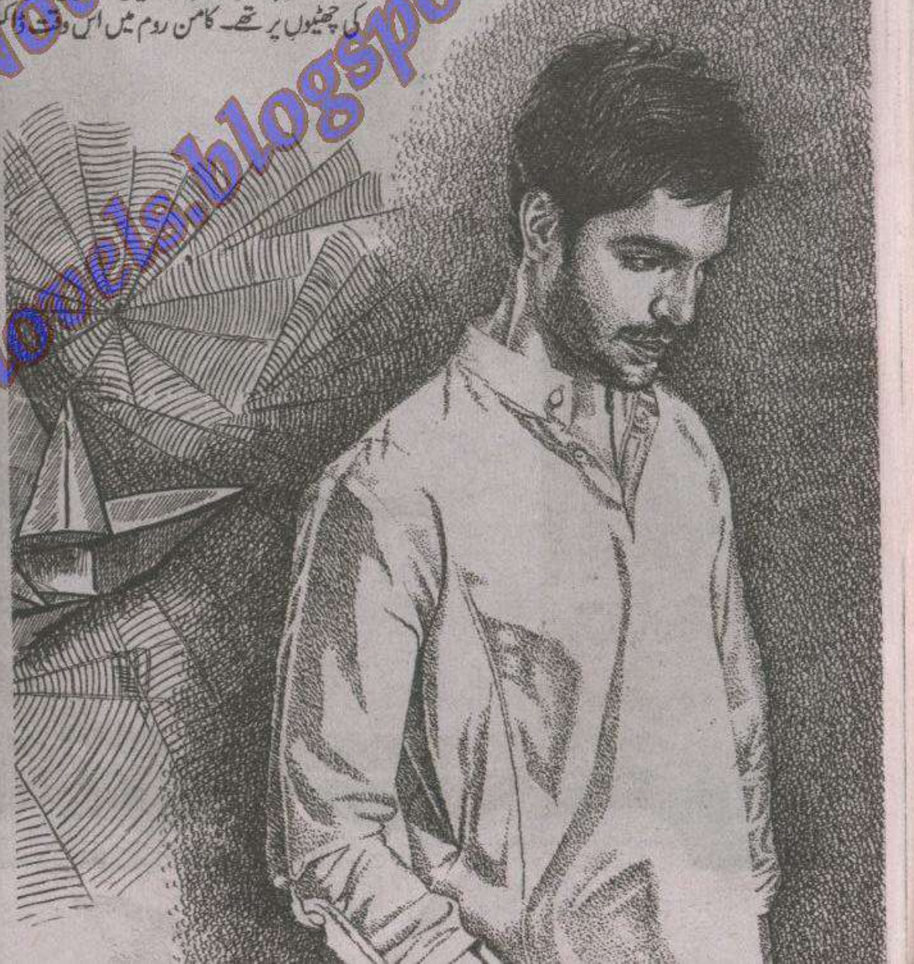

فارحہ اور ڈاکٹر فاطمہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی ڈاکٹر وہاں نہیں تھا۔

"کیا یار! عید کے دن بھی ہم ڈیوٹی پر ہیں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے" فارحہ صوفے کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے بولی البتہ فاطمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں اپنا ہاؤس جاب مکمل کر رہی تھیں سٹی ہسپتال میں' کراچی کے حالات ایسے تھے کہ ہر وقت کسی نہ کسی ایمرجنسی کا خطرہ رہتا تھا' سو ـــــ اب سب ڈاکٹرز کو چھٹی نہ ملتی تھی۔ کوئی نہ کوئی آن ڈیوٹی ہی ہوتا تھا۔

"فاطمہ۔" فارحہ کے پکارنے پر وہ چونکی۔

"ہاں۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟" فارحہ نے بغور اس کی چمکتی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں دیکھیں۔

"کچھ نہیں' بس پاپا کا سوچ رہی تھی۔ پتا نہیں کچھ کھایا بھی ہوگا انہوں نے یا نہیں۔" فاطمہ کے لہجے میں فکرمندی تھی۔ تب ہی پولیس گاڑیوں اور ایمبولینس کے تیز بجتے سائرن پر وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئیں۔ سائرن کی آواز سے پورا ہسپتال گونج رہا تھا۔ ان دونوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر تیزی سے کھڑکی کی طرف بھاگیں۔ وہ سیکنڈ فلور پر تھیں کھڑکی کے باہر' مناظر دل دہلانے کو کافی تھے۔ ہسپتال کے احاطے میں پولیس گاڑیوں اور ایمبولینس کا ہجوم تھا۔ مریضوں کو جلدی جلدی اسٹریچر پر ڈالا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتیں' کامن روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سینئر ڈاکٹر وہاب اندر داخل ہوئے۔

"ڈاکٹر فارحہ! فاطمہ! جلدی آپریشن روم میں آیئے ہری اپ" تیز تیز لہجے میں کہہ کر وہ مڑے۔

"مگر سر ہوا کیا؟" فارحہ نے پوچھا۔

"ایمرجنسی ہو گئی ہے شہر میں بدترین ٹارگٹ کلنگ ہوئی ہے' بہت لوگ زخمی ہوئے ہیں سنا ہے ایک مجرم بھی پکڑا گیا ہے لیکن شدید زخمی حالت میں' اسے ہر صورت بچانا ہے۔ جلدی آؤ" وہ کہہ کر کر کے نہیں اور

ناولٹ

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

باہر نکل گئے۔

"یہ بلیک ایگل کون ہے؟" فاطمہ نے ناسمجھی سے فارحہ کو دیکھا جو ابھی تک بے یقینی کی حالت میں کھڑی تھی۔

"بلیک ایگل... تم نہیں جانتیں؟" فارحہ نے سبز لبادہ اور سبز نقاب پہنتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" فاطمہ بھی تیزی سے آپریشن تھیٹر جانے کے لیے ڈریس اپ ہو رہی تھی۔

"سنا ہے انتہائی خطرناک، بہادر، نڈر اور تیز مجرم ہے۔ پولیس کب سے اس کی تلاش میں ہے۔ کھلم کھلا واردات کرتا ہے مگر پکڑا کبھی نہیں گیا۔ مگر آج پہلی بار..." فارحہ کے بتانے پر اس وقت وہ اپنی حیرانی کا اظہار نہیں کر سکتی تھی، سو جلدی جلدی فارحہ کے پیچھے بھاگی۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ سارے آن ڈیوٹی ڈاکٹرز زخمیوں کا علاج کر رہے تھے۔ آپریشن روم کے باہر پولیس کی بھاری نفری موجود تھی، وہ دونوں تیزی سے آپریشن روم میں داخل ہوئیں۔ جہاں ڈاکٹر وہاب اسٹریچر پر لیٹے وجود پر جھکے ہوئے تھے۔ سبز روشنیوں تلے لیٹا لمبا چوڑا وجود بالکل ساکت تھا۔

"تین گولیاں لگی ہیں، آپریشن کرنا ہو گا۔ بچنے کے چانسز بہت کم ہیں، اتنی آسانی سے اسے نہیں مرنے دینا" ڈاکٹر وہاب ان دونوں سے مخاطب ہوئے وہ اینستھیسیا دے چکے تھے شاید - وہ بے ہوش پڑا تھا۔ آپریشن شروع ہو چکا تھا، ڈاکٹر وہاب اور فارحہ کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے البتہ فاطمہ گم صم سی کھڑی اس لیٹے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ چھ فٹ سے نکلتے قد کی وجہ سے پاؤں بیڈ سے باہر نکل رہے تھے، کسرتی جسم اور چہرے پر چھائی معصومیت، بند آنکھیں

اور بے حد لمبی گھنی پلکیں... اس نے کبھی کسی مرد کی اتنی لمبی پلکیں نہیں دیکھی تھیں۔ کھڑی ناک عجیب سی مغروریت پیدا کر رہی تھی، یوں جیسے کوئی بادشاہ بے بس پڑا ہو۔ کیا اتنے خوب صورت اور معصوم ہوتے ہیں مجرم!

"فاطمہ خون روکو" ڈاکٹر وہاب کے چلانے پر وہ اپنے حواسوں میں آئی اور تیزی سے کاٹن رکھنے لگی۔ مگر پانچ منٹ بعد جب آپریشن ابھی جاری تھا، اس کے بے بس وجود کو ایک جھٹکا لگا اور تھوڑی سی حرکت ہوئی۔ اس کے بے ہوش وجود میں حرکت ہو رہی تھی، نتھنے پھول اور پچک رہے تھے۔

"یہ، یہ، یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں نے اسے خود تین گھنٹوں کے لیے اینستھیسیا دیا ہے۔ پھر یہ کیسے کیسے ہوش میں آ سکتا ہے؟" حیرت کی شدت سے ڈاکٹر وہاب کی آنکھیں پھٹی [illegible]۔ اب حرکت تیز ہو چکی تھی۔

"اینستھیسیا دو جلدی" ڈاکٹر وہاب چلائے۔ [illegible] تیزی سے انجکشن بھرنے لگا۔

"ڈاکٹر مزید اینستھیسیا تو خطرناک ہو گا۔ اس کی ڈیتھ بھی ہو سکتی ہے۔" پہلی بار فاطمہ نے زبان کھولی۔

"اس کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں، بچ گیا تو خوش نصیب ہو گا۔" وہ انجکشن بازو میں لگاتے ہوئے بولے۔ حرکت بند ہو گئی وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو چکا تھا۔ پھر تین گھنٹوں کے طویل آپریشن کے بعد معجزاتی طور پر وہ بچ گیا تھا، تینوں گولیاں اس کے جسم سے نکال دی گئی تھیں۔

"حیرت انگیز قوت مدافعت کا مالک ہے یہ، میں نے آج سے پہلے کبھی کسی میں اتنی ول پاور نہیں دیکھی" ڈاکٹر وہاب نقاب اتارتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں بولے۔

"خیر! ڈاکٹر فاطمہ چکر لگاتی رہیے گا یہاں، مزید آدھے گھنٹے تک اسے ہوش آ جائے گا۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں باہر پولیس کی بھاری نفری موجود ہے۔" وہ ہدایات دیتے باہر چلے گئے۔ پیچھے وہ اور فارحہ تھیں، جبکہ ڈاکٹر وہاب باہر پولیس اور میڈیا کو بریف کر رہے تھے۔

"حیرت ہے ویسے تین گولیوں اور اینستھیسیا کی اتنی زیادہ مقدار کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا اس پہ" فاطمہ

اب بھی حیران تھی۔

"ایسے ڈھیٹ اور بے حس لوگوں پر کوئی اثر ہوتا بھی نہیں... تمہیں پتا ہے اپنے باپ کو بھی اس نے قتل کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس نہ دل ہوتا ہے نہ جذبات، ان پر نہ گولیاں اثر کرتی ہیں نہ دوائیاں۔" فارحہ کا لہجہ نفرت سے بھرپور تھا۔ اور فاطمہ تو بس "باپ کو خود قتل کیا" پر ہی اٹک گئی تھی۔

"کیا کیا واقعی؟ تمہیں کیسے پتا" وہ حیران تھی فارحہ کی انفارمیشن پر۔

"کس دنیا میں رہتی ہو تم فاطمہ۔ کچھ ارد گرد کی بھی خبر لیا کرو۔ تین سال پہلے بہن اور باپ کو قتل کرنے کے جرم میں اسے قید ہوئی تھی مگر یہ جیل سے بھاگ گیا۔ جن کے لیے یہ کام کر رہا ہے، انہی لوگوں نے اسے وہاں سے فرار کروایا تھا۔ ان تین سالوں میں اس نے کتنے جرائم کیے ہیں۔ کتنے بینک لوٹے ہیں، کتنا خون بہایا ہے یہ تو گنا ہی نہیں جا سکتا۔ ہر جگہ یہ اپنا نشان چھوڑ کے جاتا ہے، بلیک ایگل... وہی بلیک ایگل کا ٹیٹو اس کی بازو پر بھی بنا ہے، اصل نام تو کچھ اور ہے مگر بلیک ایگل کے نام سے ہی مشہور ہے۔" فارحہ نے اب تفصیل سے بتایا، فاطمہ کو بے اختیار گھن آنے لگی تھی۔

"اس کو تو مر ہی جانا چاہیے تھا، کیوں بچایا ہے؟" وہ بھی نفرت سے بولی۔

"نہیں، اگر یوں مر جاتا تو یہ بہت آسان موت ہوتی اس کی۔" فارحہ کے کہنے پر اس نے زور زور سے سر ہلایا۔ پھر وہ دونوں ہی باہر نکل گئیں۔

✡

چھٹی کا دن ایسا ہی ہوتا تھا جیسے کوئی خوش خبری۔ وہ بھی کافی دیر سے سو کے اٹھا پھر فریش ہو کے نیچے آ گیا۔

جہاں زہرہ مشین لگا کر بیٹھی تھی۔ آدھے سے زیادہ کپڑے دھل چکے تھے، زنیرہ پڑھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ دونوں مسکرائیں۔

"ناشتہ لگاؤں؟" زہرہ نے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کبھی ہفتے میں وہ میکے آتی تھی تو یونہی گھر کے کام سمیٹ کے جاتی تھی تاکہ زنیرہ کو زیادہ کام نہ کرنا پڑے۔ حالانکہ کام والی بھی رکھی ہوئی تھی مگر زہرہ پھر بھی ہفتے میں ایک دن میکے ضرور رہتی۔ اور عموماً چھٹی والے دن ہی رہتی تھی۔ شادی سے پہلے سارا گھر اس نے سنبھال لیا تھا اماں کی وفات کے بعد۔ پھر شادی کے بعد زہرہ ہفتے میں ایک چکر لگا لیتی۔

"ابا کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"بیٹھک میں ہیں۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"ناشتہ کر لو، کتنے کمزور ہو گئے ہو تم... ٹھیک سے کھاتے پیتے نہیں ہو ناں؟" اس نے اب پھر ٹوکا۔ وہ مسکرا دیا۔

"میں ٹھیک سے کھاتا ہوں زہرہ، تمہاری نظر کمزور ہو گئی ہے۔ عدیل بھائی سے کہہ کر چیک کروانا، پھر چشمہ لگا کر مجھے دیکھنا، بالکل فٹ اور ٹھیک نظر آؤں گا میں۔" وہ وہیں برآمدے میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں اڑا لو مذاق اور تو کوئی کام نہیں ہے۔" زہرہ نے منہ بنایا۔ وہ ہنس پڑا۔

"میری چھوٹی نے ٹاپ کرنا ہے اس بار؟" اس نے اب زنیرہ کے سر پر چپت لگائی جو رٹے لگانے میں مصروف تھی۔

"ان شاء اللہ۔" وہ بھی پر عزم لہجے میں بولی۔ وہ دونوں ہنس پڑے۔

"سعد کہاں ہے؟" اب کے بھانجے کا پوچھا۔

"سو رہا ہے، ابھی تو نہ ہی جگانا۔ پھر تنگ کرے گا، کوئی کام نہیں کرنے دے گا" زہرہ نے منع کیا بیٹے کو جگانے سے وہ سر ہلاتا بیٹھک کی طرف مڑا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ ناشتہ تو کر لو۔" زہرہ نے پھر پکارا۔

"نہیں کرنا، کرنا ہوا تو خود کر لوں گا۔" وہ نظر انداز کر کے بیٹھک میں آ گیا، پھر دروازے پر ہی رک گیا۔ ابا کے پاس پندرہ سولہ لوگ بیٹھے تھے محلے کے۔ وہ

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

بھی وہیں بیٹھ گیا' اتنا مصروف رہتا تھا کہ کم ہی موقع ملتا تھا ابا کی خوب صورت باتیں سننے کا' دو بہنوں کے ساتھ' ان کی چھوٹی سی فیملی مکمل تھی۔ زہرہ بڑی تھی' پھر وہ تھا' پھر زنیرہ۔ زہرہ نہ صرف بڑی بہن تھی بلکہ اس کی سب سے اچھی دوست بھی تھی اور ابا بھی۔۔۔ ابا پولیس انسپکٹر تھے مگر ساری زندگی اپنا دامن حرام سے بچا کر رکھا۔ اسی لیے وہ اپنے ہم منصبوں سے بہت پیچھے رہ گئے' نہ اچھا گھر بنا سکے نہ کار' نہ بینک بیلنس لیکن اپنے بچوں میں انہوں نے ایمان داری اور خلوص' نرمی اور سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس عمر میں بھی وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ایسے ہی ہوشیار تھے جیسے جوانی میں محلے میں ان سے زیادہ کوئی بھی قابل اعتبار نہ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ان کے پاس آتے اور مسئلے حل کرواتے۔ نہ صرف مسئلے حل کرواتے بلکہ ان کی خوب صورت باتوں سے بھی لطف اندوز ہوتے۔ وہ کوئی عالم نہیں تھے' نہ ہی اسکالر بس ایک سادہ آدمی۔ مگر اس سادگی میں بھی علم کا سمندر چھپا تھا۔ اس کے ابا اس کے آئیڈیل تھے' وہ انہی جیسا بننا چاہتا تھا۔ اس وقت وہ ایم ایس سی کیمسٹری کا اسٹوڈنٹ تھا' یونیورسٹی سے آکر ایک ورکشاپ پہ پارٹ ٹائم جاب کرتا تھا۔ اپنی پڑھائی کا بوجھ وہ خود اٹھاتا تا زندگی بڑی سہل گزر رہی تھی۔۔۔

اسے پیچھے بیٹھتا دیکھ کر ابا چونکے پھر ساتھ والے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مگر گناہ کیوں انسان کو اس شدت سے اپنی طرف کھینچتا ہے؟ گناہ سے بچنا ناممکن کیوں ہے۔ گناہ سے پناہ کیوں نہیں ملتی؟" وہ آدمی کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ بھی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"گناہ ایک فطری چیز ہے اور فطرت سے کون بھاگ سکتا ہے۔" ابا مسکرا کر بولے۔

"مگر رضوی صاحب' بھاگیں گے نہیں تو بچیں گے کیسے یہ تو ہمیں جہنم میں کھینچ کر لے جائیں گے۔" وہ آدمی دوبارہ بولا۔ ابا اب بھی مسکرا رہے تھے۔

"میں سمجھ رہا ہوں احسن صاحب کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔۔۔ میں بتاتا ہوں آپ کو۔۔۔ گناہ نہیں گناہوں پہ آکے رک جانا انسان کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے' گناہوں پہ آکے ٹھہر جانا لے کر جاتا ہے جہنم کی طرف' جہنم کے تو لفظی معنی ہی رک جانے کے ہیں۔ جو گناہ کرے پھر توبہ کر کے پلٹ آئے تو یہی گناہ اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے' اللہ کو اس کے لیے رحیم بنا دیتا ہے اور جو گناہ کرے' پلٹے ہی نہ۔ مڑ کر ہی نہ دیکھے' وہیں ٹھہر جائے تو۔" ابا سانس لینے کے لیے رکے۔

"ٹھہر جانا تباہی ہے۔ رک جانا ہی موت ہے۔ سانس رک جائے' جسم کی موت' دھڑکن رک جائے تو دل کی تباہی۔۔۔ مومن اپنی زندگی میں کبھی نہیں رکتا' گناہ کر کے پلٹ آتا ہے۔ وہ ایک نیکی پر بھی نہیں رکتا' آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مومن کی زندگی میں چلنا لکھا ہے' موت تک کی مسافت ہے' آرام نہیں۔ آرام اور سکون دنیا میں اس کے لیے تباہی ہیں' ہاں یہ نعمتیں اسے اخروی زندگی میں ہمیشگی کے ساتھ دی جائیں گی۔ آخرت میں اہمیت ہی ہمیشگی والے اعمال کی ہے۔ جس نے ہمیشہ گناہ ہی کیے' گناہ پر جما رہا' رکا رہا تو پھر یقیناً اس کے لیے ہاویہ ہے' آگ ہے۔ گناہ گار دنیا میں بھی جلتا ہے' اس کا ضمیر اسے جلاتا ہے' وہ آخرت میں بھی جلتا ہے۔ جلنا اس کا مقدر ہے۔" ان کی آنکھیں اب نم ہو چکی تھیں' ہر کوئی عقیدت سے انہیں دیکھ رہا تھا اور وہ فخر سے دیکھ رہا تھا۔ اسے فخر تھا کہ وہ عرفان رضوی کا بیٹا تھا۔۔۔ ایک عام مگر ایماندار پولیس انسپکٹر کا کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ لوگ نکلتے چلے گئے پھر صرف وہ اور ابا رہ گئے کمرے میں۔

"کچھ دیر اور آرام کر لیتے تم' ایک دن ہی تو ملتا ہے تمہیں چھٹی کا۔" ابا فکرمندی سے بولے۔ رات گئے تو وہ تھکا ہارا آتا تھا' صبح سویرے پھر چلا جاتا تھا۔

"آرام کرنا تباہی ہے' رک جانا موت ہے۔ مومن کی زندگی میں چلنا لکھا ہے ابا۔" وہ چمکتی بھوری آنکھوں

کے ساتھ مسکرایا۔ ابا ہولے سے ہنس پڑے۔ انہیں فخر تھا کہ وہ اچھا اسٹوڈنٹ تھا' سبق جلدی یاد کر لیتا تھا پڑھایا ہوا۔ اب بھی وہ ان کی بات ان پہ ہی لوٹا گیا۔

"شہروز' حنان آیا ہے تم سے ملنے" زہرہ کی آواز پر وہ چونکا پھر باہر آ گیا۔ جہاں حنان جرنل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

"کیا خیال ہے بنائیں نوٹس آج" حنان کے کہنے پر وہ مسکرایا۔

"چلو آؤ" وہ رضامند ہوا مگر تبھی زہرہ آ گئی۔

"پہلے ناشتہ کر لو تم اور تم بھی حنان۔ مجھے پتا ہے تم نے بھی نہیں کیا ہو گا" زہرہ کے کہنے پر وہ دونوں ہنس پڑے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' میں نے واقعی ناشتہ نہیں کیا۔" اس نے مان لیا۔۔۔ زہرہ مسکراتی ہوئی اندر چلی گئی ناشتہ لگانے۔

☼ ☼ ☼

آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا اسے' آپریشن کے ایک گھنٹے بعد وہ اب تک بے ہوش تھا۔ پولیس اب بھی وارڈ کے باہر تھی۔ فاطمہ [illegible] چکر لگا رہی تھی۔ اس وارڈ میں بلیک ایگل کے علاوہ دو اور مریض تھے' دونوں کوما میں تھے۔ فاطمہ اندر آئی [illegible] تلاوت لگا رہا تھا۔ یہ روز کی روٹین تھی' ان دونوں کومے میں گئے مریضوں کو روز دو گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت سنائی جاتی۔ فاطمہ بلیک ایگل کا باڈی ٹمپریچر دیکھنے لگی جو نارمل تھا مگر وہ ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔ سورۃ الزمر کی تلاوت شروع ہوئی تو بلیک ایگل کے جسم کو جھٹکا لگا۔

"ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" اب کے اس کے جسم میں حرکت شروع ہو گئی۔ فاطمہ نے بے اختیار طویل سانس لیا۔ شکر ہے وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اس نے جھک کر اس کی آنکھوں کو کھولنا چاہا مگر اب کے وہ خود جھٹکے سے پیچھے ہو گئی۔ بند آنکھوں سے آنسو نکل کر گالوں پر پھیل رہے تھے۔ وہ ساکت ہو گئی۔ کیا وہ رو رہا تھا؟

"اے لوگو جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو' اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا" آنسوؤں میں تیزی آ گئی تھی۔

"بے شک اللہ سارے ہی گناہ معاف کر دیتا ہے" اب کے اس کے منہ سے سسکی نکلی۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بند آنکھوں سے بے تحاشا نکلتے آنسوؤں کی جھڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے' وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ فاطمہ قریب ہوئی۔

"ال۔۔۔ ال۔۔۔ ال" وہ لاشعوری طور پر بول رہا تھا۔ بے خبری کی حالت میں سر ہلا رہا تھا۔

"ال۔۔۔ ال۔۔۔ اللہ۔" اب کے اس کے منہ سے سسک کر اللہ نکلا تھا۔ اتنا درد' اتنا کرب تھا اس کی سسکی میں' یوں جیسے کوئی پوری شدت کے ساتھ اللہ کو پکار رہا ہو۔ فاطمہ پھٹی آنکھوں کے ساتھ اس کے منہ سے نکلے الفاظ سن رہی تھی۔

"اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ اللہ۔" سسکیوں کے ساتھ ٹوٹ ٹوٹ کر الفاظ نکل رہے تھے۔ اتنا بڑا مجرم رو رہا تھا' رو کر کہہ بھی کیا رہا تھا؟ پکار بھی کس کو رہا تھا۔ وہ بے یقین سی پیچھے ہٹی' پھر ڈاکٹر وہاب کو بتانے بھاگی۔

ڈاکٹر وہاب نے اس کے ہوش میں آنے کی خبر سنتے ہی اسے دوسرے کمرے میں شفٹ کروانے کے آرڈر دیے' ایک بار پھر سخت سیکیورٹی میں اسے شفٹ کیا گیا۔ اب وہ اکیلا ایک کمرے میں تھا۔ وہ' ڈاکٹر وہاب اور ڈاکٹر سعید اکٹھے' اس کے کمرے میں آئے تھے۔ اس کا جسم شدید زخمی حالت میں بھی بستر میں جکڑا ہوا تھا تاکہ بھاگ نہ سکے۔ ان کے آنے پر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا' کیا تھا ان آنکھوں میں؟ صرف سرد مہری۔ اتنی سرد مہری' فاطمہ کو لگا وہ جم ہی جائے گی بالکل بے تاثر آنکھیں تھیں' ایک نظر ڈالنے کے بعد وہ نظریں دوبارہ چھت پر جما گیا۔ چہرہ بھی آنکھوں کی طرح بے تاثر تھا۔ نہ تکلیف کے آثار تھے نہ بے زاری کے۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟" ڈاکٹر وہاب نے

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

پروفیشنل لہجے میں پوچھا۔
کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ چپ تھا، یوں جیسے سنا ہی نہ ہو۔
"دیکھو، بتاؤ ہمیں کہ کیسا محسوس کر رہے ہو تاکہ ہمیں پتا لگے کہ تمہیں کتنی دیر لگے گی ٹھیک ہونے میں؟" ڈاکٹر سعید نے آگے ہو کر اسے ہلایا۔ اس نے اب بھی جواب نہ دیا۔ منہ پہ "نولفٹ" کا بورڈ لگا تھا۔ تینوں ڈاکٹرز نے ایک دوسرے کے ساتھ نظروں کا تبادلہ کیا، پھر تینوں نے ہونٹ بھینچ لیے۔
دروازہ کھول کر ایک وجیہہ سا شخص اندر داخل ہوا، ایس پی شاہ زیب، آنے والے نے اپنا تعارف کروایا اور ڈاکٹر وہاب سے تفصیل پوچھی۔
"اس کا منہ کھلوانا میرا کام ہے ڈاکٹر! یو ڈونٹ وری۔ آپ جا سکتے ہیں، جو یہاں آن ڈیوٹی ہے وہ بے شک موجود رہے، باقی آپ آرام کریں" ایس پی مسکرا کر بولا تو ڈاکٹر وہاب اور ڈاکٹر سعید باہر چلے گئے۔ فاطمہ وہیں رہ گئی کیونکہ وہی آن ڈیوٹی تھی۔ شاہ زیب حسن نے ایک نظر اس دھان پان سی لڑکی پر ڈالی۔
"آپ کی ڈیوٹی ہے یہاں؟" وہ نرمی سے بولا۔
"جی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ وہ سر ہلاتا بلیک ایگل کی طرف مڑا۔ جو اب بھی چھت پر ہی دیکھ رہا تھا۔
"دیکھو ایگل، آخر کار میں نے تمہیں پکڑ ہی لیا۔ قانون کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں، کبھی نہ کبھی مجرم تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ صحیح کہہ رہا ہوں ناں میں؟" ایس پی طنزیہ لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔ فاطمہ چپ بیٹھی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ بلیک ایگل نے چھت سے نظر ہٹا کر ایس پی پر ڈالی پھر بولے بنا منہ پھیر لیا۔ ایس پی کا منہ اس بے عزتی پر سرخ ہو گیا تھا۔
"بولیں گے تو تمہارے فرشتے بھی۔ دو دن ہیں، پھر تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر جہاں ہم تمہیں لے کر جائیں گے وہاں پر لوگ تو کیا، ان کی روحیں بھی بول اٹھتی ہیں۔" وہ غصے میں چلا رہا تھا۔
بلیک ایگل کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی، خوب صورت مسکراہٹ۔ وہ حیران کھڑی اسے مسکراتا دیکھ رہی تھی۔ بولا وہ اب بھی نہیں تھا، صرف مسکرایا تھا ایس پی کی بات پہ... شاہ زیب حسن پھر تپ گیا تھا اسے مسکراتا دیکھ کر۔
"دیکھ لوں گا تمہیں میں" جھٹکے سے کہہ کر وہ مڑ گیا۔ "عزہ سلام کہہ رہی تھی تمہیں ایس پی" وہ بول پڑا تھا، طنزیہ مسکراتا لہجہ۔ باہر جاتا شاہ زیب حسن تڑپ کر مڑا تھا، اس کا چہرہ اور آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں۔ مگر آنکھوں کی سرخی میں عجیب سی بے بسی تھی۔ پھر وہ یہی سرخ آنکھیں لیے باہر چلا گیا۔ اب کے وہ بولا تھا تو شاہ زیب حسن نہیں بولا تھا۔ وہ اب بھی حیران کھڑی تھی، اس کو ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آیا تھا، [illegible] اس کا نہ ایس پی کا۔ اس نے دوبارہ اسے دیکھا وہ [illegible] ہی دیکھ رہا تھا۔ چمکتی بھوری آنکھیں اس پر جمی تھیں۔ [illegible] آنکھوں میں تھی، نہ چہرے پر۔ وہ پزل سی ہو کر آنکھیں جھکا گئی۔
"مجھے سونا ہے ڈاکٹر، مجھے نیند کا انجکشن لگاؤ۔" وہ رعب سے بولا۔
"سوری، ابھی ہم آپ کو انجکشن نہیں لگا سکتے۔" وہ بھی سنجیدہ لہجے میں بولی۔ جواباً وہ [illegible] نے لگا۔ مگر وہ آنکھ نہیں ملا رہی تھی، اسے اعتراف [illegible] سامنے لیٹے بندے کی آنکھوں میں دیکھنا ایک کام تھا۔
"کیوں نہیں لگا سکتیں آپ؟" ایک اور سوال آیا تھا۔ فاطمہ کو غصہ آ گیا۔ مجرم ہو کر ایسے تنتنا رہا تھا جیسے پرائم منسٹر کا بیٹا ہو اور ہسپتال اس کے باپ کا ہو۔
"نہیں لگا سکتے بس... اور ڈاکٹر میں ہوں، آپ نہیں۔ مجھے پتا ہے کہ آپ کو کیا لگانا ہے کیا نہیں۔ ہمیں سختی سے آرڈر ہے آپ کا خیال رکھنے کا ورنہ تو آپ جیسے قابل نفرت لوگوں کو تو دل کرتا ہے ہمیشہ کی نیند سلا دوں۔" وہ تڑخ کر بولی۔ جواباً مقابل کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔ بڑی تپا دینے والی مسکراہٹ تھی، یوں جیسے وہ اس کی بے بسی پر ہنس رہا ہو۔ وہ پاؤں پٹخ کر باہر نکل گئی۔

کمینہ... دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتی وہ کامن روم کی طرف آ گئی۔

☼ ☼ ☼

"شہروز۔" ابا کے پکارنے پر وہ مڑا۔
"جی ابا۔"
"بابو کے گھر تک چلو گے میرے ساتھ؟" بابا کے پوچھنے پر وہ حیران ہوا۔
"بابو؟ وہ غنڈہ... آپ کیوں جا رہے ہیں وہاں، وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا مگر ابا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے تھے۔
"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے، کیا سند ہے تمہارے پاس؟" وہ ناگواری سے بولے۔
شہروز شرمندہ ہو گیا۔
"اس کی شہرت اچھی نہیں ہے بابا۔" اس نے آہستگی سے کہا اور وہ صحیح کہہ رہا تھا، محلے میں اس کی کاروائیاں مشکوک تھیں۔ پتا نہیں کیا کام کرتا تھا، کیا نہیں، رہتا خوب ٹھاٹ باٹ سے تھا۔ دو بار گرفتار ہو کر ابا کی ہی جیل میں گیا تھا۔ [illegible]
"شہرت تو پولیس کی بھی اچھی نہیں ہے، تو پھر تو میں بھی اچھا آدمی نہیں کیوں کہ میں پولیس والا ہوں"۔
ابا نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچ گیا۔
"وہ بیمار ہے۔ مزاج پرسی کرنے جانا ہے۔ جب عیادت کرنے جاتے ہیں تو مریض کی عادت نہیں دیکھتے، حالت دیکھتے ہیں۔ ایک مسلمان کی عیادت دوسرے مسلمان پر اس کا حق ہے اور جو حق نہ دے وہ لوگ اللہ کو پسند نہیں۔" ابا بہت نرمی سے سمجھا رہے تھے۔ وہ مسکرا دیا۔
"چلیں ابا۔" اس نے سر ہلا کر رضامندی دی اور ساتھ چل پڑا۔ بابو انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔
"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" ابا نے کھنکار کر سلام کیا۔ بابو حیران سا انہیں بٹھا رہا تھا۔
"کیسے ہو میاں؟" ابا نے پوچھا۔
"ٹھیک ہوں رضوی صاحب... آپ یہاں؟ معاف کیجئے گا، مجھے آپ کے آنے کا مقصد سمجھ نہیں آیا۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ابا مسکرا دیے۔
"وردی کے بغیر آیا ہوں تو بنا کسی مقصد اور مطلب کے آیا ہوں۔ مقاصد تو وردی دیتی ہے۔ ہم تو تمہاری طبیعت کا حال پوچھنے آئے تھے۔ سنا ہے بیمار ہو" ابا نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ بابو کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ بکھر گئی۔
"میرا حال؟ اتنی کرم نوازی اور محبت ہم جیسے لوگوں کو راس نہیں آتی۔ ہمیں ہماری اوقات میں ہی رہنے دیں۔
ہمارا تذکرہ چھوڑو، ہم ایسے لوگ ہیں جن کو نفرت کچھ نہیں کہتی، محبت مار دیتی ہے"
بابو کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔
"ایسے نہیں کہتے بابو" ابا نے اسے روکا پھر ہاتھ میں پکڑا ڈبہ اس کی طرف بڑھایا۔ بابو نے سوالیہ نظروں سے دیکھا گویا پوچھ رہا ہو، یہ کیا ہے؟
"کھانا ہے اس میں، گھر کا بنا ہوا... بیماری میں باہر کا کھانا کھانا ٹھیک نہیں اور تم ہو بھی اکیلے، گھر پر کھانا بنانے والا بھی کوئی نہیں۔ اسی لیے میں لے آیا" انہوں نے ڈبہ اس کے پاس رکھا۔ بابو ایک پل کے لیے ساکت ہو گیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں واضح نمی دوڑ گئی جسے وہ فوراً چھپا گیا۔
"شکریہ" اس نے کہہ کر آہستگی سے تھام لیا۔
"آپ تو دشمنی بھی پیار سے نبھاتے ہیں" اب کے وہ مسکرا کر بولا۔ ابا ہنس پڑے۔ اس سارے عرصے میں وہ خاموش بیٹھا دونوں کو دیکھتا رہا تھا۔
"افسوس، میں آپ کی خاطرداری نہیں کر سکتا، مگر چائے بنا سکتا ہوں۔ وہی بنا لیتا ہوں" بابو اٹھ کھڑا ہوا۔
"نہیں بابو، بس ہم چلتے ہیں۔ میرا بیٹا ہے ناں، اس کے پاس وقت نہیں ہوتا زیادہ" ابا کی باتیں... اف، وہ سمجھتے پاگل ہو جائے گا شاید۔ بابو نے ایک نظر بیٹے پہ ڈالی، نوجوان، کھڑی ناک یوں جیسے کوئی شہزادہ ہو۔ باپ کی نسبت بیٹے کے چہرے پر عجیب سی

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

بے نیازی تھی، عجیب سی کشش۔

"اچھا بابو۔ خدا حافظ خدا تمہیں صحت مند کرے اپنے لیے۔" انہوں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ شہروز نے بھی ابا کی تقلید کر کے ہاتھ ملایا، وہ ہر کام ابا کی تقلید میں کرتا تھا۔ اس سے ہاتھ ملا کر بابو کو لگا جیسے کسی پتھر سے ہاتھ ملا لیا ہو، بڑے سخت ہاتھ تھے۔ اس نے بغور شہروز کو دیکھا، ہاتھوں جیسی سختی بہرحال چہرے پر نہیں تھی مگر اپنے باپ جیسی نرمی بھی نہیں تھی اس کے چہرے پر...

☼ ☼ ☼

رات کو وہ گھر لوٹی تھی۔ عید کا سارا دن ہسپتال میں گزر گیا تھا۔ گھر آتے ہی وہ پاپا سے لپٹ گئی تھی۔ پاپا نے اس کا سر چوما تھا۔

"آ گیا میرا بیٹا" انہوں نے اسے ساتھ لگایا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی، اماں بھی آ گئیں۔

"کہہ دو اپنے ہسپتال والوں سے، کم بخت عید کے دن تو چھٹی دیا کریں۔ لے دے کے میری بیٹی کی ڈیوٹی لگا دی آج بھی" اماں شروع ہو گئی تھیں۔ ابھی تو معاذ کی گوہر فشانیاں باقی تھیں۔ وہ اور پاپا ہنس پڑے تھے۔

"صحیح تو کہہ رہی ہیں اماں، آج پہلی عید تھی، جب میں نے تمہارے بنا کھیر کھائی، مزا آ گیا قسم سے تمہارا حصہ کھانے کا بھی" سیریس لہجے میں کہتا کہتا آخر میں وہ پھر شرارتی ہو گیا تھا۔ فاطمہ نے بیگ کھینچ کر اسے دے مارا۔ دونوں جڑواں تھے، بنتی بھی خوب تھی آپس میں اور لڑائیاں بھی خوب ہوتی تھیں۔ معاذ انجینئرنگ کے آخری سال میں تھا۔ اماں اب کھیر لے آئی تھیں اس کے لیے۔ پاپا نیوز دیکھ رہے تھے۔

"بڑی قتل و غارت ہوئی ہے..... عید کے دن کا بھی لحاظ نہیں۔ دل نہیں پتھر ہیں پتھر لوگوں کے پاس" ساتھ ساتھ تبصرہ بھی ہو رہا تھا۔

"شکر ہے کچھ تو کام کیا ہماری پولیس نے بھی" پاپا نے چائے کا گھونٹ بھرا۔

"تمہارے ہسپتال میں ہے ناں یہ انوسینٹ ڈیول" معاذ نے فاطمہ کی طرف دیکھا۔

"ہیں؟ کون انوسینٹ ڈیول؟" وہ چونکی۔

"یہی بلیک ایگل۔ معصوم شیطان، نیوز تو صبح یہی آ رہی تھی کہ وہ شدید ترین زخمی حالت میں سٹی ہسپتال ہی لے جایا گیا ہے" معاذ نے وضاحت کی تو اس نے طویل سانس لیا۔

"ہاں ہمارے ہسپتال میں ہی ہے... میں بھی تھی آپریشن روم میں جب آپریشن ہوا..." اس نے بتایا۔

"لو، تمہیں کیا ضرورت تھی پنگا لینے کی۔ دور رہو ایسے لوگوں سے، کہہ دینا اپنے ڈاکٹروں کو کہ میں نہیں کرتی ایسوں کا علاج" اماں پھر شروع ہو گئی تھیں۔ وہ اور معاذ دونوں مسکرا دیے۔ ابھی تو اس نے اماں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے کمرے میں ڈیوٹی پر بھی وہی تھی۔ ہاں معاذ کو اس نے بتا دیا تھا میسج کر کے۔ یہ بھی اس کی اور معاذ کی پرانی عادت تھی، جب بھی انہوں نے کوئی بات کرنی ہوتی اور اماں، پاپا بیٹھے ہوتے تو وہ ایک دوسرے کو میسج پہ بتانا شروع کر دیتے۔

"بی کیئرفل۔" معاذ کا ایموجی کے ساتھ ریپلائی آیا۔

"سنا ہے اس کی شکل بہت معصوم ہے اس لیے اسے معصوم شیطان کہتے ہیں۔ کیا واقعی؟ ایسا ہے؟" معاذ کا اگلا میسج آیا۔

"ہاں... واقعی۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مجھے دیکھنے دو گی اسے؟" اس کا اگلا میسج آیا۔

"نہیں، وہاں تو میڈیا کو آنے کی اجازت نہیں۔ تم کیسے آ سکتے ہو۔" اس نے جواب دیا۔

"تم پک بنا لینا اس کی کل" معاذ نے نئی ترکیب بتائی۔

"اوکے کل جب وہ سوئے گا، تب بنا لوں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"گھر آ کر تو اس موئے کی جان چھوڑ دیا کرو، کم بخت ہر وقت انگلیاں اسی میں گھسائے رکھتے ہو" اماں دونوں کو موبائل پر جھکا دیکھ کر غصہ ہوئیں۔ ان دونوں نے فوراً "موبائل آف کیے" ایک دوسرے کو دیکھا پھر ہنس پڑے...

☼ ☼ ☼

جسے کر کے دل کو دکھ نہ ہو مجھے اس گناہ کی تلاش ہے۔

"سی" اس کے منہ سے سسکاری سی نکلی۔ نرس ڈرپ کی سوئی اس کے ہاتھ پر لگا رہی تھی۔ تبھی وہ اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی نرس نے سلام کیا۔ وہ سر ہلاتی آگے آ گئی۔

"کیا پچویشن ہے؟" اس نے نرس سے پوچھا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑی فائل دیکھنے لگی اٹھا کے، جس میں اس کے ہوئے ٹیسٹوں کی رپورٹس تھیں۔

"فائن ہے میڈم، ٹمپریچر، ہارٹ بیٹ، بلڈ پریشر" "ایوری تھنگ؟" اس نے پوچھا۔

"ویری گڈ ڈاکٹر" نرس نے سر ہلایا۔ فاطمہ نے اس کی طرف دیکھا۔ بے زار سا لیٹا ہوا تھا۔

"کیسا فیل کر رہے ہو؟" فاطمہ اب اس سے مخاطب ہوئی۔

"یہ کسی کو بھی جواب نہیں دیتا ڈاکٹر، بولتا ہی نہیں ہے۔ رات ڈاکٹر عدنان آن ڈیوٹی تھے، انہوں نے بہت سر کھپایا مگر نو رسپانس" اس کی بجائے جواب نرس نے دیا۔ فاطمہ نے گھور کر اسے دیکھا، ڈرامے باز نہیں کل تک تو بول رہا تھا، مسکرا رہا تھا اس کے سامنے۔

"بند کرو ڈرامے بازی اپنی" وہ تڑخ کر بولی۔ معصوم شیطان نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھوں میں شرارت تھی۔ یوں جیسے چھیڑ رہا ہو، کہہ رہا ہو تم بلاؤ گی تو بولوں گا، ورنہ نہیں۔

"بتاؤ کیسا فیل کر رہے ہو، درد تو نہیں ہو رہا ٹانکوں میں؟" فاطمہ چڑ گئی تھی آنکھوں سے۔

"ہو رہا ہے۔" وہ آرام سے بول پڑا۔ نرس نے حیران ہو کر اسے دیکھا، پھر فاطمہ کو... کل ساری رات ڈاکٹر عدنان نے کوشش کر لی تھی، وہ نہیں بولا تھا۔

"کتنا ہو رہا ہے؟ کھنچاؤ محسوس ہو رہا ہے یا الرجی سی ہو رہی ہے؟ یا اری ٹیشن؟" فاطمہ آگے ہوئی اس کے قریب۔

"کھنچاؤ" وہ سکون سے بولا لگ تو نہیں رہا تھا کھنچاؤ کہیں سے، فاطمہ نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔ چہرے پر تو اذیت کے آثار بھی نہ تھے۔

"میں سچ بول رہا ہوں" وہ گویا اس کا چہرہ پڑھ گیا تھا۔ آنکھوں میں اب بھی شرارت تھی۔ کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ یہاں سے بچ کے بھی تو پھانسی ہی چڑھنا تھا اس نے، پھر بھی کوئی پریشانی نہیں تھی۔ نہ ہی خوف، وہ چپ چاپ اس کے ٹانکے دیکھنے لگی...

"ابھی تازہ تازہ ہیں ناں۔ جبھی تکلیف ہو رہی ہے۔ ہو جائیں گے ٹھیک۔" فاطمہ نے تسلی دی۔

"میری باڈی کیوں کلپڈ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجرموں کو باندھ کے ہی رکھا جاتا ہے" وہ تڑخ کر بولی۔ بھلا یہ بھی پوچھنے والی بات تھی۔ اوپر سے کم بخت ایسی معصومیت سے پوچھتا، واللہ پیار آتا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا جواب سن کر۔

"زخمیوں کو تو باندھ کے نہیں رکھا جاتا" مسکراتے ہوئے پوچھا۔ فاطمہ نے گھورا، مسکراتے ہوئے اس کے دونوں گالوں پر گڑھے ابھر رہے تھے۔ وہ اسیر سی ہو گئی ایک لمحے کے لیے، یوں لگا جیسے قدیم دور میں چلی گئی ہو، یوں جیسے سامنے کوئی یونانی دیوتا کھڑا ہو اور وہ ایک عام سی پجارن جو کچھ نہ بول سکے۔

وہ سحر زدہ سی دیکھ رہی تھی۔ مقابل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔ وہ تو بنا کچھ کہے مسکرا کر ہی جیت گیا تھا، ادھر سے سارے ہتھیار آزما کر بھی وہ ہار گئی تھی۔

"واپس آ جائیں۔" بالآخر اس نے کہا تو وہ جھٹکے سے حواسوں میں لوٹی۔ آنکھیں اس کی آنکھوں سے ملیں، اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں اپنی فتح پر۔ وہ شرمندگی سے آنکھیں چرا گئی۔ باندھنے کی بات کرتے کرتے وہ باندھ گیا تھا اسے۔

"ویدر کیسا ہے باہر؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"مجھے نہیں پتا۔" فاطمہ نے خود کو کمپوز کیا۔ وہ اسے جواب دینے کی پابند نہیں تھی۔ وہ انجکشن لگا رہی تھی۔

"میں سونا نہیں چاہتا" وہ انجکشن دیکھ کر منہ بنا رہا تھا۔ نخرے تو دیکھو سرکار کے۔ اٹھ کر جیل جانا تھا اور نخرے ایسے تھے جیسے صدر مملکت کی سیٹ پر بیٹھنا ہو۔

"تمہارے چاہنے یا نا چاہنے سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔" وہ غصہ ہوئی۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی شرمندگی کا غصہ نکل رہا تھا۔ وہ سب سمجھ رہا تھا' چہرہ خاموش تھا' آنکھیں بول رہی تھیں' سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ میں جانتا ہوں۔ سب جانتا ہوں۔ کچھ ہی دیر بعد وہ غافل ہو گیا تھا' بے خبر۔ وہ چپ چاپ کھڑی اس معصوم شیطان کو دیکھتی رہی۔ سوتے میں تو اور بھی معصوم لگ رہا تھا۔ چہرے پر وہی ازلی سکون' نہ ڈر' نہ خوف۔ اس نے ایک نظر بیرونی دروازے پر ڈالی پھر آہستہ سے موبائل نکال کر کیمرہ آن کیا اور تصویر بنالی۔ پھر فوراً" کمرے سے نکل گئی۔ دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

* * *

"آج لیب نہیں جانا تم نے؟" وہ یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھا تھا جب حنان نے اس کا شانہ ہلایا۔

"جانا ہے۔" اس نے فوراً" کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ لیب میں داخل ہوتے ہی لڑکیوں کی خود پر اٹھتی نگاہیں دیکھ کر وہ نظریں جھکا گیا۔ البتہ حنان کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی۔ اسے اس سب میں کبھی بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پروفیسر ساجد پریکٹیکل کے متعلق ہدایات دے رہے تھے' وہ لکھنے لگا۔ تبھی باہر سے فائرنگ کی آوازوں نے سب کو چیخنے پر مجبور کر دیا۔

"سائلنس' سائلنس پلیز۔" پروفیسر نے ڈیسک بجایا۔ الیکشن کا دور تھا' یونیورسٹی میں روز ہی یہ ہنگامے ہوتے تھے۔ تبھی فائرنگ کے ساتھ نسوانی چیخیں بھی سنائی دیں' کلاس میں خاموشی چھا گئی۔ اب کہ نسوانی چیخیں بلند ہوئیں تو وہ خود کو روک نہیں سکا' پین پھینک کر بھاگا باہر۔

"شہروز' شہروز' رک جاؤ" پیچھے سے مختلف آوازیں آئیں مگر اس نے کچھ نہیں سنا تھا۔ اسے ابا کی بات یاد تھی بس۔ ابا کہا کرتے تھے "جب بیٹیاں' بہنیں' مائیں تکلیف میں ہوں تو ہر مرد کا فرض ہے' بن قاسم بن جائے۔" وہ تیزی سے ڈیپارٹمنٹ سے نکلا۔ وجاہت ڈوگر اور اس کے کارندے کھینچ رہے تھے اس لڑکی کو کار میں... کوئی انہیں روکنے والا نہیں تھا' اس حلقے کے ایم این اے کا بیٹا تھا آخر وہ۔ یونیورسٹی والوں کی کیا مجال اسے روک [illegible] اس نے آگے ہو کر ایک جھٹکے سے لڑکی کا بازو کھینچ کر [illegible] ارد گرد سناٹا چھا گیا... وجاہت اور اس کے بندے آنکھوں میں خون لیے اس کی طرف مڑے' وہ لڑکی ایک طرف کھڑی [illegible] رہی تھی۔

"میرے راستے سے ہٹ جاؤ شہروز ضوی۔" وجاہت پھنکارا۔ شہروز نے فوراً" عمل کیا' راستے سے ہٹا' مڑا اور لڑکی کا بازو پکڑ کر چلنے لگا' گن مین نے گن نکالی مگر وجاہت نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"رک جاؤ" وہ چیخا۔ شہروز رک گیا۔

"میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں شہروز۔ بہتر ہے تم جاؤ یہاں سے" وجاہت نے دوبارہ [illegible] دی۔ اس سے پہلے کہ شہروز کچھ کہتا' وہ لڑکی مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ کر شہروز کے پیچھے ہو گئی۔

"اس سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟" شہروز نے اپنے پیچھے کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"اسی سے پوچھو" وہ آہستہ سے بولا۔ شہروز مڑا' لڑکی رو رہی تھی۔

"تم بتاؤ وجاہت... وہ نہیں بتائے گی' ہمارے ہاں لڑکیوں سے تحقیق اور تفتیش نہیں کی جاتی" وہ دوبارہ وجاہت کی طرف مڑا۔ اب کہ اس کے چہرے پر چٹانوں والی سختی تھی' وجاہت ڈھیلا پڑ گیا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو شہروز! میں ہنگاموں کا قائل نہیں۔ مگر یہ لڑکی' چھ ماہ اس نے مجھے اپنے جال میں پھنسائے رکھا' مجھے لوٹتی رہی مگر میں اس کے

ساتھ فیئر تھا۔ تم مجھے بھی جانتے ہو ناں' میں فلرٹ نہیں ہوں۔ میں نے کبھی کسی لڑکی کے ساتھ فلرٹ نہیں کیا' میں اس کے ساتھ فیئر تھا۔ حالانکہ یہ اسٹیٹس میں میرے ہم پلہ نہیں تھی' پھر بھی' میں کمٹمنٹ نبھاتا رہا اور یہ' یہ چھ ماہ بعد کہہ رہی ہے مجھے بھول جاؤ' میرا تو نکاح ہو چکا ہے اپنے کزن کے ساتھ۔ چھ ماہ اس نے میرا تماشہ بنایا' میرے جذبات کے ساتھ کھیلا... خود کو تماشہ بنانے والوں کو نہیں چھوڑتا میں۔" وہ چیخ رہا تھا۔ لڑکی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ہر طرف سکوت طاری ہو گیا تھا۔ شہروز نے ایک طویل سانس لے کر لڑکی کو دیکھا' پھر آگے بڑھ کر وجاہت کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کول ڈاؤن" اس نے آہستہ سے کہا۔ مگر وجاہت اب بھی لال پیلا ہو رہا تھا۔

"معافی بہترین انتقام ہے وجاہت... چلے جاؤ یہاں سے" اس نے کہا۔ وجاہت نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ پرے کیا اور چلا گیا۔ سب حیرانی سے شہروز کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ دیکھے بنا لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔

"لڑکیاں غرور ہوتی ہیں اپنا بھی' اپنے گھر والوں کا بھی۔ افسوس اس غرور کو وہ خود ہی توڑتی ہیں... چلو گھر اپنے۔" اس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا' پھر اسے ساتھ لے کر چلنے لگا۔ پھر رکشہ کروا کر اسے بٹھایا اور لوٹ آیا۔ محمد بن قاسم بننے کے لیے ضروری تو نہیں کہ جا کر بیٹیوں کی پکار پر ہی جایا جائے... بیٹیاں تو بیٹیاں ہوتی ہیں... آج کم از کم ابا کی یہ بات سمجھ آگئی تھی کہ بیٹیاں بیٹیاں ہی ہوتی ہیں چاہے غلط ہوں چاہے صحیح... ابن آدم کا تو فرض ہے کہ وہ ان پر نرمی کرے۔ ایک اور بات جو اس کی سمجھ میں آئی تھی وہ یہ کہ ہمیشہ ابن آدم ہی غلط نہیں ہوتا۔ وجاہت اس کا کالج فیلو رہا تھا گو کہ اب وہ فزکس میں تھا اور شہروز کیمسٹری میں... مگر اس نے پھر بھی مان رکھا تھا شہروز کی بات کا' اس کے دل میں اس کی عزت بڑھ گئی تھی... ایک اور بات بھی جو سمجھ میں آنے والی تھی۔ وہ یہ کہ بدلے کی آگ جس میں وجاہت جل رہا تھا' نرمی کے چند بولوں نے بجھا دی تھی... وجاہت کو صحیح راہ دکھانے والا مل گیا تھا' جبھی آگ بجھ گئی... مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ شہروز کو یہ آخری بات نہ سمجھ میں آئی تھی اور نہ ہی اس کا دھیان گیا تھا ——— کہ بدلے کی آگ اکیلے بجھائے نہیں بجھتی۔

* * *

عید کا تیسرا دن تھا اور اس کا ہسپتال میں تیسرا دن تھا۔ آج بھی اس کے کمرے کے باہر پولیس کی بھاری نفری تھی۔ ڈاکٹر عدنان ابھی نائٹ ڈیوٹی کر کے گیا تھا اور وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔

"ڈاکٹر کب آئیں گی؟" اس نے سسٹر سے پوچھا۔ نرس نے مشکوک ہو کر اسے دیکھا۔

"کون ڈاکٹر؟" نرس نے پوچھا۔

"وہی جو یہاں ہوتی ہیں صبح کے ٹائم۔" اس نے کہا۔

"اچھا۔ ڈاکٹر فاطمہ وہ بس آتی ہی ہوں گی۔" نرس کے کہنے پر اس نے سر ہلا دیا مگر نام سن کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ تبھی وہ آ گئی تھی دروازہ کھول کر۔ پیچ کلر کے سوٹ میں وائٹ اوور آل پہنے' سر پہ دوپٹہ اوڑھے آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر چھائی بے زاری فوراً" دور گئی' وہ فریش ہو گیا تھا اسے دیکھتے ہی۔ آتے ہی وہ اس کی نبض دیکھنے لگی۔ پھر مڑی۔

"ڈاکٹر عدنان نے دوا تبدیل کی ہے؟" وہ سسٹر سے پوچھ رہی تھی۔

"جی ڈاکٹر۔" سسٹر نے سر ہلایا۔ وہ چپ چاپ دوائیں دیکھنے لگی۔

"کیا نئی دواؤں سے آرام فیل ہو رہا ہے تمہیں؟" اب کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ تمہیں پر بے اختیار مسکرا دیا۔ جتنے بھی ڈاکٹرز آئے تھے' آپ ہی کہتے تھے۔ بڑی دلیری سے وہ "تم" کہتی تھی۔

"بہتر ہو رہا ہے۔" اس نے مختصر جواب دیا۔ وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی... اسیری

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

سے بچنے کی کوششیں ہو رہی تھیں... اسے ہنسی آ گئی۔ کوشش بھی تو دیکھو کب ہو رہی تھی، جب کام ہو گیا تھا۔ اسیر ہونے کے بعد اسیری سے رہائی طلب ہو رہی تھی۔

"ہوں، صحیح۔" وہ بھی بس ہوں ہاں کر رہی تھی۔ پھر چلی گئی۔ وہ طویل سانس لے کر سر ٹکا گیا۔ اور وہ نیچے آگئی۔

"کیسا ہے تمہارا مریض؟" فارحہ نے اسے کامن روم میں آتا دیکھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اس سے پہلے کہ فارحہ کچھ اور پوچھتی، فائرنگ کی تیز آواز سے وہ دونوں اچھل پڑیں۔ ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں زبردست فائرنگ ہو رہی تھی، ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی، باہر نکلنے کے لیے بیک ڈور کھول دیا گیا تھا۔ بلیک ایگل کے روم کے باہر موجود ساری پولیس نیچے بھاگی، بالآخر ایک گھنٹے بعد وہ فائرنگ کرنے والے گرفتار ہو گئے تھے، دو لوگ تھے اور تگنی کا ناچ نچا کر رکھ دیا تھا سب کو۔ ان کے پکڑے جانے پر حالات معمول پر لوٹے، بیک ڈور بند کر دیا گیا۔ ڈاکٹرز واپس اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے، فاطمہ بھی اٹھ کر اوپر آگئی۔ پولیس بھی واپس روم کے باہر آگئی تھی، وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔ کمرہ خالی تھا، وہاں کوئی نہیں تھا، بلیک ایگل بھاگ چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"لعنت ہے اتنی نفری پر، لعنت ہے۔ ایک بندہ چکمہ دے کر بھاگ گیا، وہ بھی شدید زخمی حالت میں اور تم کچھ نہ کر سکے، کچھ بھی نہ کر سکے۔" ایس پی شاہ زیب برس رہا تھا، سارے سپاہی سر جھکا کر کھڑے تھے۔ یہ وہی روم تھا جہاں سے وہ بھاگا تھا، ایک طرف ڈاکٹر وہاب، دوسرے سینئر ڈاکٹرز اور ڈاکٹر فاطمہ بھی کھڑے تھے۔

"سر وہ نیچے فائرنگ ہوئی تو ہم ادھر بھاگے تو..." ایک منمنایا۔

"وہ فائرنگ تمہارا دھیان بٹانے کے لیے ہی کی گئی تھی۔" شاہ زیب چلایا۔

"اور تم سارے کے سارے نیچے بھاگ گئے، یہی تو پلان تھا ان کا۔ فائرنگ کروا کے تمہارا دھیان ادھر لگا دیا، بھگدڑ مچ گئی اور وہ نکل گیا۔" وہ مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بلیک ایگل اس کے سامنے آئے اور وہ اسے کچا چبا جائے۔

"مگر اس کی باڈی تو [illegible] تھی پھر وہ؟" اب کے فاطمہ بولی۔

"ایسے کلپس سے رکنے والا نہیں وہ، اسے راڈز میں بھی جکڑ دیتے، وہ تب بھی بھاگ نکلتا۔" ایس پی [illegible] چباتے ہوئے بولا۔ فاطمہ چپ چاپ پیچھے ہٹ [illegible] دل میں [illegible] ویرانی سی اتر آئی تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اس بیڈ کو دیکھ رہی تھی جہاں کچھ گھنٹے پہلے وہ لیٹا تھا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر باہر آگئی اور ڈاکٹر فارحہ کو بتا کر گھر چلی آئی۔

"بلیک ایگل بھاگ گیا؟" اس کے گھر آتے ہی معاذ نے پوچھا۔ وہ یقیناً خبریں سن چکا تھا۔

"ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیا اور [illegible] بیٹھ گئی۔

"تم نے تصویر نہیں بنائی اس کی، میں نے کہا تھا تمہیں؟" معاذ نے پھر پکارا۔ فاطمہ مڑ گئی، ایک نظر اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ڈالی اور پھر موبائل پر گرفت سخت کر کے بولی۔

"نہیں، میں نے نہیں بنائی۔" کہہ کر وہ تیزی سے مڑ گئی۔ زندگی میں پہلی بار اس نے معاذ کے ساتھ جھوٹ بولا تھا مگر وہ کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اس کے پاس اس کی فوٹو ہے، فی الوقت وہ اسے صرف اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی، صرف اپنے پاس... معصوم شیطان کی یہ بھاگنے والی شیطانی اسے اداس کر گئی تھی۔ وہ کیوں اداس تھی، اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا نہ ہی اسے اس سے نفرت محسوس ہو رہی تھی اور نہ ہی غصہ آ رہا تھا۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے ابا؟ کچھ پریشان ہیں" وہ کب سے دیکھ رہا تھا ابا کو یوں خاموش لیٹے۔ زنیرہ بھی دو تین مرتبہ پوچھ چکی تھی۔

"نہیں بیٹا۔" انہوں نے تسلی دی۔

"نہیں' کچھ تو ہے... کیا ہوا ہے" اب کے زنیرہ بولی۔ وہ دونوں اٹھ کر ابا کے تخت پر آبیٹھے۔ ابا مسکراتے ہوئے اٹھ گئے۔

"جس باپ کی تمہارے جیسی اولاد ہو وہ پریشان نہیں ہوا کرتا۔" انہوں نے دونوں کو ساتھ لگایا۔ آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

"زہرہ سے ملنے کا بہت دل کر رہا تھا۔ اسے لے ہی آتے شہروز" انہوں نے کہا۔

"کل لے آؤں گا ابا" وہ فوراً" مان گیا۔

"کل کس نے دیکھا ہے؟" ابا کا لہجہ... وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"ابا؟ آپ ٹھیک ہیں۔" اس نے تڑپ کر کہا۔ زنیرہ تو رونے لگی۔

"ارے میری گڑیا بیٹی... میری بیٹی تو بہت بہادر ہے ناں' رو کیوں رہی ہے؟" ابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ اور شدت سے رونے لگی۔ شہروز پریشان ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے ابا؟ کچھ تو بتائیں۔" اس نے اصرار کیا۔ ابا مسکرا دیے۔

"کچھ نہیں ہوا شہروز..." انہوں نے طویل سانس لے کر دوبارہ ان دونوں کو ساتھ لگا لیا۔

"ایک بات یاد رکھنا تم دونوں... زندگی میں جو کام بھی کرنا' پوری ایمانداری اور سچائی کے ساتھ کرنا اور ایسا کرتے ہوئے کبھی بھی انجام سے مت ڈرنا... انسان کو زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ یہ جو زندگی ہم جی رہے ہیں' یہ تو خواب ہے۔ آنکھ تو مرنے کے بعد کھلے گی' زندگی تو وہاں شروع ہو گی' جس میں موت نہیں ہو گی تو کوشش کرنا کہ خواب میں تو اچھے کام کر سکو۔" ان کا لہجہ بھر آگیا تھا۔

"تم میرا غرور ہو زونی۔" انہوں نے زنیرہ کا ماتھا چوما۔

"اس غرور کو ٹوٹنے نہ دینا کبھی' بہادر اور اچھی بیٹیاں خود کو توڑ لیتی ہیں' ماں باپ کے غرور کو نہیں ٹوٹنے دیتیں۔" وہ اس کے آنسو صاف کر رہے تھے۔

"اور تم میرا مان ہو شہروز... غرور ٹوٹنے کا تو اتنا دکھ بھی نہیں ہوتا جتنا مان جانے کا ہوتا ہے... میرا مان نہ توڑنا کبھی... ایمان داری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینا۔" وہ اب شہروز کا ماتھا چوم رہے تھے۔ پھر وہ اٹھ گئے۔

"میں ذرا زہرہ سے مل آؤں... وہ میری [illegible] صابر بیٹی ہے۔" انہوں نے کہا اور چلے گئے۔ پیچھے وہ دونوں ساکت بیٹھے تھے' بالکل ساکت۔

☼ ☼ ☼

"خوش آمدید' خوش آمدید... ویلکم بیک" سلطان نے کھڑے ہو کر اسے گلے لگایا۔

"میرا شیر لوٹ آیا ہے' جاؤ اعلان کرو' آج جشن ہو گا یہاں' جشن" سلطان دونوں ہاتھ اٹھا کر بول رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی مسرت اور خوشی اندھا بھی دیکھ سکتا تھا۔ وہ خوش تھا' بے تحاشا خوش۔

"ابھی تم آرام کرو... تمہارے زخم ٹھیک ہو جائیں پھر بات کریں گے۔" سلطان نے اس کا شانہ تھپکا۔

"میری زندگی میں آرام کا لفظ نہیں ہے سلطان... آئندہ میرے لیے یہ لفظ بولنا بھی مت۔" اس کا لہجہ سرد ہو گیا تھا... وہاں موجود کچھ لوگ اسے رشک' کچھ حسد اور کچھ حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہی تو تھا واحد جو سلطان کے آگے بولتا تھا' اور سلطان کبھی برا بھی نہیں مانتا تھا۔ سلطان کا لاڈلا تھا وہ۔ لاڈلا شیر... اب بھی وہ ہنس پڑا تھا۔

"اوئے میرے شیر' چل جا پھر جو تیرا دل کرتا ہے کر۔" اس نے فوراً" الفاظ واپس لیے۔ وہ اٹھا' لنگڑا کر چلنے لگا۔ دو قوی ہیکل آدمی اسے سہارا دینے کو بڑھے مگر اس

نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا اور ویسے ہی چلتا ہوا اوپر آگیا۔ کمرے میں آتے ہی وہ بیڈ پر گر گیا' تبھی کمرے کا دروازہ جھٹکے سے کھلا اور خوب صورت سی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر وہ دوبارہ اٹھ بیٹھا۔

"کانگریچولیشنز ڈیول' اینڈ ویلکم بیک" وہ بولی۔ یاقوتی لبوں سے الفاظ نکل رہے تھے' دیکھنے میں یوں لگتا تھا جیسے میدے کی بنی ہو۔ نازک سی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"ایس پی کو تمہارا اسلام کہا تھا۔" وہ بولا۔ اب کے آنے والی کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹ سی گئی تھی۔

"اوہ۔" وہ بولی۔ پھر دوبارہ ہنس پڑی۔

ے ان کی نظریں نہ جان پائیں' ہماری اچھائیاں محسن

ہم جو سچ میں خراب ہوتے تو سوچو کتنے فساد ہوتے

اس نے شرارت سے شعر پڑھ کر بلیک ایگل کو دیکھا۔ وہ بھی ہنس پڑا۔

"میں ایس پی بن کر جواب دوں تمہیں اس کا؟" اس نے پوچھا' عزہ نے سر ہلا دیا۔

ے کسی کے دل میں کیا چھپا ہے' یہ رب ہی جانتا ہے

دل جو بے نقاب ہوتے تو سوچو کتنے فساد ہوتے

وہ گمبھیر لہجے میں پڑھ رہا تھا۔ عزہ نے سر جھکا لیا۔ وہ آنکھوں میں آئی نمی چھپا رہی تھی۔

"کیسا تھا وہ؟" کچھ دیر بعد وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک... لیکن تمہارا نام سنتے ہی چپ لگ گئی تھی اسے۔" اس نے عادت کے مطابق سچ بولا۔ عزہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

"آئی وش کہ تمہیں عقل آجائے۔" بلیک ایگل کے بولنے پر وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"اینڈ آئی وش کہ مجھے موت آجائے۔" اس نے سن کر دینے والے لہجے میں کہا۔

"موت نہیں مانگتے کبھی بھی۔" وہ ٹوک رہا تھا۔

"پہلے تو مانگنے پر جیسے سب کچھ مل گیا ہے' جو اب موت بھی مل جائے گی۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ وہ میز سے جوس اٹھا کر گلاس میں انڈیلنے لگی۔

"اور تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو' اپنے متعلق کیا خیال ہے۔" اب کے وہ اس کی طرف مڑی۔

"میں ایک برا آدمی ہوں۔ اپنے متعلق بس میں اتنا ہی جانتا ہوں۔" وہ کہہ کر سر جھکا گیا۔

"تم سے زیادہ اچھا آدمی کوئی نہیں ہے ڈیول... میں بھی بس اتنا ہی جانتی ہوں۔" وہ جوس اسے تھماتے ہوئے بولی۔

"ایس پی بھی نہیں؟" اس نے پوچھا۔ اب کہ وہ ہنس پڑی۔

"نہیں۔" اس نے تسلی دی۔ اب کہ وہ دونوں ہنس پڑے۔

"جھوٹی۔" اس نے ہنستے ہوئے گلاس تھام لیا۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں کیا ہوا ہے' اتنی چپ کیوں ہو گئی ہو؟" معاذ نے اسے ٹہوکا دیا۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے خزاں کی شام اتر آئی ہو اس پر۔

"کچھ نہیں' مجھے کیا ہونا ہے؟" وہ آہستہ سے بولی۔ وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے' آج اس کا ہسپتال سے آف تھا۔ دونوں لیٹ اٹھے تھے اور ناشتہ کر کے بیٹھے تھے۔

"کچھ تو ہوا ہے؟ تم کبھی اتنا چپ نہیں رہتیں" معاذ بھائی ہی نہیں دوست بھی تھا۔ رگ رگ سے واقف۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔

"کچھ نہیں ہوا" وہ کہہ کر اٹھ گئی اور باہر آگئی۔ لان میں پالتو کبوتر آزادانہ پھر رہے تھے۔ وہ کبھی ان کو دیکھتی' کبھی ایک طرف پنجرے میں بند عقاب کو... عقاب معاذ کا تھا' ایک سال پہلے لے کر آیا تھا وہ۔ اسے عقاب اچھے نہیں لگتے تھے۔ مگر آج وہ پہلی بار بغور اسے دیکھ رہی تھی۔ "بلیک ایگل" اس کے ہونٹوں نے بے آواز حرکت کی۔ معاذ کبھی بھی عقاب کو کھلا نہ [illegible] تا تھا' اسے ڈر ہی رہتا کہ کہیں وہ اڑ کر بھاگ نہ جائے... [illegible] بھی سمجھ گئی تھی کہ ایگلز کو کھلا

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہ اڑ جاتے ہیں' بھاگ جاتے ہیں۔ کسی کے لیے نہیں رکتے۔

"مجرموں کو باندھ کے ہی رکھا جاتا ہے۔" اسے اپنی آواز آئی۔

"زخمیوں کو تو باندھ کے نہیں رکھا جاتا۔" اس نے کہا تھا۔

"مجھے سونا ہے۔۔۔ مجھے انجکشن لگا دو۔"

"مجھے نہیں سونا۔ پلیز مجھے انجکشن مت لگاؤ۔"

"درد ہو رہا ہے۔"

"اپنی بہن اور باپ کا قاتل ہے وہ۔"

"وہ انوسینٹ ڈیول' بلیک ایگل کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

"خون سے رنگے ہیں اس کے ہاتھ۔" طرح طرح کی آوازیں۔ اس نے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔ وہ قابل نفرت تھا اور وہ نفرت کرنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ اس نے چھوڑا ہی نہیں تھا اسے اس قابل۔ اسے تو بس وہ آنکھیں ہی بے بس کر گئی تھیں۔

"ڈاکٹر عدنان کے بلانے پر تو یہ بولے ہی نہیں۔"

"بند کرو ڈرامے بازی۔" عقاب اس کی نظریں خود پر جمی محسوس کر کے پھڑپھڑا رہا تھا۔ گویا رہائی کا کہہ رہا ہو مگر وہ۔۔۔ آئندہ وہ کبھی سوچے گی بھی نہیں اس کو رہا کرنے کا۔ ورنہ پہلے تو معاذ کے عقاب کو وہ اکثر آزاد کرنے کا سوچتی۔۔۔ اب تو اسے پتا لگ گیا تھا' عقاب کا کام ہی اڑان بھرنا ہے' بھاگنا ہے۔ رکنا نہیں' ان کو آرام سے نفرت ہوتی ہے۔

"فاطمہ! تم رو رہی ہو؟" معاذ کب وہاں آیا۔ اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے سٹپٹا کر اسے دیکھا' پھر اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرا جو بھیگے ہوئے تھے۔۔۔

اف۔۔۔ وہ رو رہی تھی اور اسے خبر ہی نہیں تھی کہ وہ رو رہی تھی۔۔۔ معاذ حیران پریشان اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے اور اندر کی طرف بھاگی' اب اس کی سسکیاں نکل رہی تھیں۔

"ال۔۔۔ ال۔۔۔ اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ کوئی اس کے اندر سسک رہا تھا۔ آیت بن کریم بے ہوشی میں تڑپ رہا تھا۔ وہ بھی تڑپ رہی تھی۔۔۔

✡ ✡ ✡

ایم ایس سی کیمسٹری فرسٹ سمسٹر میں وہ ٹاپ کر گیا تھا۔ آج رزلٹ کا اعلان ہوا تھا' وہ بے تحاشا خوش گھر لوٹا تھا۔۔۔ سب سے پہلے ابا کو بتانا چاہا تھا' گھر کے قریب آتے ہی اسے عجیب سی ویرانی کا احساس ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا' ہر طرف خاموشی تھی۔ وہ سر جھٹکتا آگے بڑھا' گیٹ بجانے کے لیے ہاتھ گیٹ پر رکھا' ہاتھ رکھتے ہی گیٹ کھل گیا۔۔۔ بجانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔۔۔ ان کے گھر کا گیٹ کھلا تھا' کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوا' صحن میں کوئی نہیں تھا۔ کیاری میں لگا سکھ چین کا درخت بھی جیسے آج زیادہ بوڑھا ہو گیا تھا' عجیب یاسیت ٹپک رہی تھی اس سے بھی۔

"زنیرہ۔"

"ابا۔" اس نے صحن میں آواز لگائی۔ کوئی جواب نہیں آیا' وہ پریشان سا ابا کے کمرے کی طرف دوڑا۔ دروازہ کھولتے ہی ساکت ہو گیا۔ آنکھیں پھٹ گئی تھیں' ایک لمحے کے لیے سانس بھی رک سا گیا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے اس کی چیخ نکل گئی۔

"ابا' ابا' ابا!" وہ چیختا ہوا اندر بڑھا۔ کمرے میں خون ہی خون تھا' ابا فرش پر گرے ہوئے تھے۔

"ابا۔۔۔" وہ چیختا ہوا جھکا اور پھر ایک بار پھر ساکت ہو گیا۔ بیڈ کے نیچے سے خون بہتا ہوا آ رہا تھا وہ جھکا اور دوسرے ہی لمحے اس کی چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا۔ بیڈ کے نیچے سرخ وجود اس کی بہن کا تھا۔

"زنیرہ۔۔۔ زنیرہ۔۔۔ زنیرہ۔" اس نے اسے باہر کھینچا' وہ پوری شدت سے رو رہا تھا۔ ابا کہتے تھے۔

"شہروز بڑے حوصلے والا ہے۔" ابا غلط کہتے تھے۔ اس کی بہن کا سر خون سے رنگین تھا' یوں جیسے کوئی نوکیلی چیز اس کی سر پر لگی ہو' اس کی نظریں اس کی بند

مٹھی پر تھیں جن میں کانچ دبا تھا تو کیا اس نے خود۔۔۔؟ خود کو مارا۔ اس کے بازو کی آستین ادھڑی ہوئی تھی۔۔۔ کیا ہوا تھا وہاں؟ وہ ابا کی طرف مڑا' ابا کا سینہ خون سے رنگین تھا' انہیں یقیناً گولیاں ماری گئی تھیں۔ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا' پاگلوں کے انداز میں وہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ابا کے پاس گرا پسٹل اس نے اٹھایا' اس کے ہاتھ پر لگا زنیرہ کا خون بھی پسٹل پر لگ گیا' تب ہی بھاری بوٹوں کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔۔۔ سامنے پولیس کھڑی تھی' وہ کھڑا ہو گیا' پسٹل اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ وہ انہیں بتانا چاہتا تھا کچھ؟ آنسوؤں سے اس کی آواز گلے میں دب گئی تھی۔ وہ چیخنا چاہتا تھا' واویلا کرنا چاہتا تھا مگر۔۔۔

"یو آر انڈر اریسٹ مسٹر شہروز رضوی" الفاظ تھے یا بم۔۔۔ آج قیامت کا دن تھا۔۔۔ قیامت آگئی تھی' ہتھکڑیاں اسے لگائی جا رہی تھیں۔ باہر لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہ چیخ رہا تھا' ابا کی طرف دوڑ رہا تھا مگر اسے پولیس گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا' لاشوں کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔

"ابا۔۔۔ ابا۔۔۔ ابا۔۔۔ زنیرہ۔۔۔ زنیرہ۔۔۔" اس کی چیخیں گلی میں گونج رہی تھیں۔ وہاں موجود ہر بندہ رو رہا تھا۔ پورا محلہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ تب کہاں تھے سب' جب یہ ظلم ہوا تھا۔ پولیس کیسے آگئی وہاں؟ ان باتوں کا ہوش کسے تھا' لوگ تو حیران کھڑے تھے۔ خون سے لت پت دو وجود ایمبولنس میں ڈالے جا رہے تھے اور یہی خون پولیس گاڑی میں اس کے ہاتھوں پر تھا۔ وہ بلک رہا تھا' سسک رہا تھا' اس کی کوئی نہیں سن رہا تھا' کوئی بھی نہیں۔

✡ ✡ ✡

کمرہ عدالت میں خاموشی طاری تھی۔ دلائل اور ثبوت پیش ہو چکے تھے۔ اپنے باپ اور بہن کا قاتل کٹہرے میں کھڑا تھا نڈھال۔۔۔ جج کے فیصلے کا انتظار تھا۔ سات پردوں میں رہنے والی اس کی بڑی بہن زہرہ بھی وہیں بیٹھی بلک رہی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ جیل میں تھا' سنا تھا ایک دنیا آئی تھی اس کے باپ اور بہن کے جنازے پر۔۔۔ بس سنا ہی تھا' وہ سن ہی سکتا تھا اب۔ ابا کا مان ٹوٹ گیا تھا' وہ ان کے جنازے میں نہیں تھا۔ ان کا مان ہی آخری مسافت میں ساتھ نہیں تھا۔۔۔ ہاں غرور وہ اپنا ساتھ لے گئے تھے۔۔۔ رو رو کر اب تو آنکھوں کا پانی بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے اور گردن پر نیل کے نشانات تھے' ایسے ہی نشانات کمر پر بھی تھے مگر وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ کپڑوں کی وجہ سے پولیس والوں نے مار مار کر اسے پاگل کر دیا تھا' وہ دھاڑیں مار مار کر روتا' وہ سمجھتے مار کھانے پر رو رہا ہے جب کہ وہ ابا کو یاد کر کے روتا' زنیرہ پر روتا۔ سب سے برا حال زہرہ کا تھا' سوجی آنکھیں لیے وہ عدالت میں بیٹھی تھی۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ وہ تو اپنے باپ پر جان دے سکتا تھا' لے کیسے لیتا'

وہ تو کسی کی بیٹیوں کے لیے بھی بن قاسم تھا پھر اپنی گڑیا کے لیے۔۔۔ مگر اس کے پاس اپنی بے گناہی کا کوئی ثبوت نہیں تھا اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی گناہ گار پکڑا گیا تھا۔۔۔ ساری زندگی اس نے صاف ستھری گزاری تھی' ابا اور زنیرہ کا خواب تو ٹوٹ گیا تھا۔ ابا خواب ہی تو کہا کرتے تھے اس زندگی کو۔۔۔ لیکن اس کا خواب ڈراؤنے خواب میں بدل گیا تھا۔ سامنے سکتے میں بیٹھی زہرہ' عدیل' حنان۔۔۔ وہ انہیں نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بس خون تھا خون۔۔۔

"سائلنس پلیز۔" جج کی آواز پر ہال میں خاموشی چھا گئی۔

"تمام گواہوں اور ثبوتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عدالت مجرم شہروز رضوی کو عمر قید کی سزا سناتی ہے۔"

نقارہ بج گیا تھا' دو گھنٹے پہلے وہ ملزم تھا اب وہ مجرم بن گیا تھا۔ اسے مجرم بنا دیا گیا تھا۔ زہرہ کی چیخیں' عدیل' حنان کی کپکپاہٹیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ سزا سن کر نہ وہ چیخا تھا' نہ اس نے احتجاج کیا تھا۔۔۔ وہ خاموش ہو گیا تھا بالکل خاموش۔۔۔ میڈیا پر خبریں آگئی تھیں' اس کی فوٹو کے ساتھ دکھایا جا رہا تھا اس کا ناکردہ ظلم۔۔۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"اللہ انسانوں کو آزماتا ہے... جس کا جتنا ظرف ہو اسے اتنا ہی آزمایا جاتا ہے... اس نے بے اختیار دعا کی کہ وہ کم ظرف ہوتا... یا وہ ابا کا بیٹا نہ ہوتا۔ ایک ہفتہ پہلے تک اس کے پاس سب کچھ تھا مگر شہرت نہیں... ایک ہفتے بعد سب چھن گیا اور بدنامی مل گئی۔

وہ جیل کی کال کوٹھری میں آگیا تھا۔ زہرہ آئی تھی، اس نے ملنے سے انکار کردیا۔ ضروری تھا اگر وہ انکار نہ کرتا تو وہ بار بار تھانے آتی اور وہ اپنی پاک بہن کو وہاں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے دل میں لاوا ابل رہا تھا... ایک میڈیا والے نے تو اس کے گھر جا کر اس خون آلود کمرے کی ویڈیو بھی دکھادی تھی اور ساتھ ہی ساتھ بے حس بیٹے پر ایسے ڈائیلاگ مارے کہ مائیں پناہ مانگنے لگیں کہ خدا ایسے بیٹوں سے تو بیٹے نہ ہی دے۔

دل میں ابلتا لاوا پکتا گیا، دو ماہ بعد اس نے پہلی بار سوچا کہ آخر یہ سب کس نے کیا؟ جس جیل میں اس کے ابا مجرم لایا کرتے تھے، آج ان کا بیٹا تھا وہاں۔

"ایماندار پولیس انسپکٹر کا کرپٹ بیٹا جس نے اپنے باپ اور بہن کو مارا۔ کیوں مارا؟ کوئی نہیں جانتا تھا۔ جانتا بھی کیسے جب بیٹے نے وجہ ہی نہیں بتائی تھی۔ تین ماہ بعد اس کا ملاقاتی آیا تھا۔

"کون ہے؟" وہ حیران کھڑا پولیس والے سے پوچھ رہا تھا۔

"کوئی بابو ہے۔" پولیس والے نے کہا تو وہ چونکا۔ تب ہی بابو آگیا۔

"یہ اچھا آدمی نہیں ہے ابا۔" اسے اپنے الفاظ یاد تھے۔ وہ چپ کھڑا بابو کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سلاخوں کے اندر تھا، بابو باہر۔ سلاخوں کے اندر تو برے آدمی جاتے ہیں۔ برا کون تھا پھر؟ بابو یا وہ... وہ مجرم تھا، بابو تو ملزم ہی رہتا تھا، پھر رہا ہو جاتا تھا۔ وہ پہلی بار میں ہی اسیر کرلیا گیا تھا، ملزم سے مجرم بننے کا سفر دنیا نے ایک جھٹکے میں طے کروا دیا تھا اسے۔ دنیا کی عدالت کا فیصلہ آگیا تھا۔ بابو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے باپ کا قاتل چودھری غلام حسین ہے۔" بابو نے آکر دھماکہ کیا۔ وہ ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکا کون چودھری غلام حسین؟

"اپنے سندھ کے وزرا کراچی میں ہی مقیم ہوتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک کا وکیل ہے یہ... رضوی صاحب اس کے راستے کی دیوار تھے، ان کا لاکھوں کا ناجائز مال جو بنا چیکنگ ہر پولیس ناکے سے گزرتا تھا، رضوی صاحب کے ناکے سے نہ گزر سکا۔ بس پھر رضوی صاحب اڑ گئے، ان کی ایمانداری نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ رشوت لے کر جانے دیں۔ الٹا انہوں نے اس بات کو اوپر رپورٹ کردیا مگر اوپر والے تو خود اوپر والوں کا ہی ساتھ دیتے ہیں۔ تمہارے ابا کی وجہ سے پہلے بھی اوپر والوں کو بہت مسئلے تھے۔ ایک عام سا پولیس انسپکٹر ان کے آڑے آئے، انہیں گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ تمہارے ابو کو معطل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جب تمہارے ابا کو پتا چلا انہوں نے خود ریزائن لکھ دیا مگر ساتھ ہی ناکے والی بات انہوں نے میڈیا میں لانے کا فیصلہ کرلیا اور میڈیا کے نمائندے کو بلایا۔ وہ تو نہیں آیا مگر تمہارے ابا کی موت آگئی۔ تمہاری بہن کے ساتھ جو وہ کرنا چاہتے تھے وہ نہ کرسکے [illegible] کو خود مار لیا مگر اپنی عزت پر حرف نہیں آنے دیا۔ پھر خود ہی انہوں نے پولیس کو بھیجا ارادہ تو تھا کہ تحقیقات چلیں گی، آخر میں کوئی مجرم نہیں ملے گا تو پھر اس کیس کو بھی فائلوں میں دبا دیا جائے گا۔ مگر ان کی خوش قسمتی، مجرم کی صورت میں انہیں تم مل گئے بنی بنائی صورت حال بھی مل گئی۔ انہیں اور کیا چاہیے تھا۔" بابو سانس لینے کے لیے رکا۔ وہ سکتے میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"ساری زندگی ایماندار رہنا" اسے یاد تھی ابا کی بات۔ ایمانداری اور زندگی ساتھ رہ سکتے تھے بھلا؟" جب ایمانداری آتی ہے، زندگی چلی جاتی ہے۔ موت قبول کرنی پڑتی ہے... پھر بابو نے اس سے جو کچھ کہا، وہ نہیں سن رہا تھا۔ بابو بولتا رہا، جب وہ خاموش ہوا تو وہ بس ایک لفظ بولا۔

"مجھے یہاں سے باہر نکالو، مجھے باہر نکلنا ہے ہر

قیمت پر" اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ بابو نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا پھر تھپتھپا کر مڑ گیا...

✲ ✲ ✲

تھپ... تھپا... تھپ... تھپ۔" کھڑکی بج رہی تھی... اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں... رات کے گیارہ بج رہے تھے، وہ تیزی سے اٹھی۔ خوف کی لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی، آہستگی سے چلتی چلتی وہ کھڑکی کے پاس آئی۔

"کک... کک کون... کون؟" اس نے بمشکل کہا، ساتھ ہی موبائل اٹھالیا تاکہ معاذ کو بلا سکے اندر کمرے میں۔

"آپ کا مریض۔" آواز تھی یا بم... وہ اچھل پڑی، دو منٹ تک وہ بے یقین رہی پھر اس نے ونڈو ہٹا دی۔ وہ وہی تھا، وہ واقعی وہی تھا... وہ آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی، بڑے عجیب طریقے سے وہ پائپ پر چڑھا ہوا تھا۔

"تت... تت... تم؟" الفاظ اس کے منہ سے ٹوٹ کر نکلنے لگے۔ مقابل نے [illegible] بڑھا کر اندر چھلانگ لگائی، اس کے منہ سے چیخ [illegible] تھی مگر اس نے آگے ہو کر فوراً ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ اس کی چیخ اس کے بھاری ہاتھ تلے دب کر رہ گئی تھی... وہ اس کے قریب کھڑا تھا، بہت قریب، اس کے منہ پر ہاتھ [illegible] تک آگیا تھا وہ... اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔

"کیسی ہو ڈاکٹر؟" آنکھیں شرارت سے بھرپور تھیں۔ وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی۔

"تم کیا کر رہے ہو یہاں... تم..." اس کی آواز اونچی ہونے لگی، اس نے دوبارہ ہاتھ رکھ دیا۔

"ٹانکے کھلوانے آیا ہوں ڈاکٹر... آپ نے لگائے تھے، آپ نے باندھا تھا، کھولیں گی بھی آپ ہی۔" وہی دھونس جماتا لہجہ...

"میرا گھر کیسے ملا تمہیں؟" اس نے خود کو کمپوز کیا۔

ادھر ایک بار پھر شرارت ابھر آئی تھی۔

"ڈھونڈنے نکلا تو مل ہی گیا" کہہ کر مزے سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ حیران کھڑی اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔

"مجھ سے ڈر تو نہیں لگ رہا ڈاکٹر؟" وہ مسکرایا۔ وہی جان لیوا معصوم شیطانوں جیسی مسکراہٹ۔ وہ واقعی ڈرتی نہیں تھی اس سے۔

"شٹ اپ" اس نے غصے سے کہا۔

"چلو اٹھو میرے بیڈ سے، نکلو یہاں سے" وہ تڑخی، وہ ہنس پڑا تھا۔

"ٹانکے کھولیں، پھر جاؤں گا۔" وہی ضد بھرا لہجہ، فاطمہ نے گھورا مگر ایک پل بھی نہ دیکھ سکی، فوراً ہی آنکھیں جھکا گئی...

کمبخت دیکھنے بھی نہیں دیتا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کو سنبھالتی الماری سے میڈیکل باکس نکالنے لگی۔ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ وہ جانے والا نہیں۔ وہ مزے سے بیڈ پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی پاس بیٹھ گئی۔

"شرٹ اتار دو۔" اس نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔ اس نے بڑی فرمانبرداری سے اتار دی۔ وہ ٹانکے دیکھنے لگی، پروا تو جناب نے کی نہیں تھی، وہ تو پہلے سے ہی اکھڑے پڑے تھے۔ وہ جگہ سرخ ہوئی پڑی تھی۔ اس نے ٹانکے کاٹے، دھاگے کھینچے۔ اس کوشش میں وہ پوری اس پر جھک گئی تھی، سنہری بالوں سے ڈھکا سر اس کے سینے پر ہی تھا تقریباً"... وہ سرشار سا شیمپو کی اٹھتی مہک سونگھ رہا تھا۔

"درد تو نہیں ہو رہا؟" اس نے جھکے جھکے ہی پوچھا۔

"ہو رہا ہے ناں..." وہ معنی خیزی سے بولا۔ فاطمہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، چہرے پر وہی ازلی سکون تھا۔ سکون ہی سکون۔

"لگ تو نہیں رہا کہ درد ہو رہا ہے۔" وہ غصے میں آگئی۔ اس نے مسکراہٹ دبائی۔

"ہو رہا ہے ناں... دل میں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا؟" وہ چیخ اٹھی۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ دوبارہ اس

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

کے منہ پر رکھا۔

"میں چلتا ہوں ڈاکٹر' شکریہ۔" مسکراتا لہجہ' مسکراتی آنکھیں' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی کی طرف چلا گیا۔ پھر مڑا۔

"اور ہاں میری تصویر سنبھال کر رکھنا" وہ کہہ کر باہر کود گیا اور وہ سن ہو گئی... اسے... اسے... اسے کیسے پتا کہ میں نے اس کی تصویر بنائی... اوہ میرے خدایا...

✡ ✡

بابو اسے جیل سے فرار کروا کر سلطان کے پاس لایا تھا۔ سلطان کے پاس آ کر وہ بلیک ایگل بن گیا تھا۔ میڈیا پر اس کے فرار کی بھی خبریں آ گئیں اور جب اس نے پہلی بار بینک لوٹا' تب وہ جان بوجھ کر اپنا کارڈ چھوڑ آیا تھا اپنی فوٹو کے ساتھ تب سب جان گئے کہ وہ شہروز رضوی بلیک ایگل بن گیا تھا۔ آخر کو وہ ایمان دار باپ کا بیٹا تھا' ہر کام ایمان داری سے کرنا اس کی عادت تھی۔ پولیس کو وخت میں نہیں ڈالتا تھا' بتا دیتا تھا کہ میں نے کیا ہے یہ کام... اس نے بینک لوٹے' چودھری غلام حسین کے خاندان کو نہیں چھیڑا۔ نہ اس نے کبھی قتل کیا۔ وہ عرفان رضوی کا بیٹا تھا' خون سے اپنے ہاتھ کبھی نہیں رنگ سکتا تھا۔ مگر پھر بھی وہ مشہور قاتل تھا۔ اب تو شہر میں جہاں بھی ٹارگٹ کلنگ ہوتی' نام اس کا آجاتا۔ حالاں کہ وہ کلر نہیں تھا۔ وہ بس چودھری غلام حسین کا کاروبار تباہ کر رہا تھا۔

اور عزہ رحمان' سلطان کی بیٹی... بس وہ تھی اس کی دوست' ایس پی شاہ زیب کے ساتھ اس نے محبت کی تھی بالکل معصوم لڑکی بن کر' آخر میں سلطان کے خلاف جتنا ریکارڈ تھانے میں تھا' وہ سارا لے کر وہ ایس پی کو چھوڑ آئی تھی... مگر اپنا دل بھی وہیں چھوڑ آئی تھی۔ عید کے دن ہونے والی قتل و غارت میں بھی اس کا ہاتھ نہیں تھا' وہ بس وہاں سے گزر رہا تھا جب فائرنگ شروع ہوئی... وہ لوگوں کو بچانے کے لیے اترا تو خود گولیاں کھا بیٹھا۔ اور گرفتار ہو گیا... سلطان کوئی ٹارگٹ کلر نہیں تھا' اس کا کاروبار بس بھتہ لینے' بینک لوٹنے تک تھا۔ مگر بلیک ایگل ٹارگٹ کلر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب تو جو بھی ٹارگٹ کلنگ کرتا' وہاں بلیک ایگل کے کارڈ پھینک آتا اور نتیجے میں سارا نزلہ اس پر گرتا۔

ایک بار پھر عدالت لگی تھی' کٹہرے میں ارمان غلام کھڑا تھا۔ جج بیٹھا تھا گواہ بیٹھے تھے... فیصلہ آنے والا تھا۔

"یہ عدالت تمام ثبوتوں اور گواہوں کے پیش نظر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ شہروز رضوی جو تین سال پہلے جیل سے فرار ہوئے تھے وہ باعزت طور پر اس کیس سے بری کیے جاتے ہیں اور... فیصلہ سنایا جا رہا تھا۔ ہر کوئی ٹی وی پر دیکھ رہا تھا' سن بھی رہا تھا۔ جو وہ چاہتا تھا وہ ہو گیا تھا۔ چودھری غلام حسین اور اس کا بیٹا خود عدالت میں جا کر آئے تھے' اس نے ان کی زندگی اتنی تنگ کر دی تھی کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا... سلطان اور وہ ... مسکرا رہے تھے...

"میں ملوں گا آج ایس پی سے" اس نے عزہ کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ اچھل پڑی۔

"خبردار' وہ تمہیں گرفتار کرلے گا فوراً... ایک کیس سے بری ہوئے ہو تم' باقی کا کیا؟" عزہ نے روکا۔

"نہیں کرتا' میں اس سے مل کر اسے ساری حقیقت بتاؤں گا اور پھر۔" وہ کہتے کہتے رکا۔

"پھر تمہیں اس کے ساتھ بھگا دوں گا" اس نے شرارت سے کہا۔ عزہ نے زوردار مکا اس کے کندھے پر مارا۔

"فاطمہ پھر بھی نہیں ملنے والی تم کو" عزہ نے چڑایا۔ وہ ہنس پڑا۔

"ملیں گے تو اس کے فرشتے بھی۔" اس نے کہا' آنکھوں میں وہی شرارت تھی جو فاطمہ کو دیکھنے پر آتی تھی۔ اب بھی ایسے لگ رہا تھا جیسے تصور میں ہی فاطمہ کو دیکھ رہا ہو وہ۔ عزہ نے دل ہی دل میں نظر اتاری اس کی' جب سے ہسپتال سے آیا تھا' یونہی خوش رہتا تھا وہ... ورنہ ان تین سالوں میں وہ تین بار ہی مسکرایا تھا۔ فاطمہ تھی جو اس کے چہرے پر مسکراہٹ بن کر دوڑ رہی تھی... وہ کہتا تھا "عزہ' جب وہ چڑتی ہے ناں... واللہ میں بتا نہیں سکتا کہ کتنی اچھی لگتی ہے۔" اور وہ ہنس پڑی۔

نماز پڑھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی' دل میں ایک سکون اتر آیا تھا عدالت کا آج کا فیصلہ سن کر... وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

تبھی عدیل اندر آیا۔

"زہرہ' باہر پولیس۔" آواز اس کی منہ میں ہی تھی کہ دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا اور اسے دیکھ کر زہرہ ساکت ہو گئی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ دوسرے ہی لمحے پورا گھر ان کی سسکیوں سے گونج رہا تھا' وہ رو رہے تھے بے تحاشا' پیچھے کھڑے شاہ زیب حسن اور عزہ بھی رو پڑے تھے اور عدیل بھی ایک طرف کھڑا وہ چار سالہ بچہ حیرانی سے سب دیکھ رہا تھا۔

"میں مر گئی تھی شہروز... میں مر ہی گئی تھی۔" وہ ہچکیاں لے رہی تھی۔ وہ بھی رو رہا تھا۔ تین سال سے اندر چھپے آنسو آج سیلاب بن کر نکلے تھے۔

"ابا... زہرہ..." اس کے دل سے ایک بار پھر ہوک سی نکل گئی۔ زہرہ زندہ تھی' اس نے ابا کا غرور نہیں ٹوٹنے دیا تھا' خود ٹوٹ گئی تھی... زہرہ بار بار اس کا منہ چوم رہی تھی۔

"یہ... یہ سعد اتنا بڑا ہو گیا۔" اس نے حیرانی سے سعد کو دیکھا جو شرما رہا تھا پھر تڑپ کر اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ ایک بار پھر آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نکلا تھا' کچھ خسارے زندگی میں کبھی پورے نہیں ہوتے۔ کچھ کمی ہمیشہ رہ جاتی ہے' کچھ کسک رہ ہی جاتی ہے۔

اسے ابا یاد آئے... بڑی شدت سے یاد آئے آنکھیں جلنے لگی تھیں۔

"مبارک' مبارک... ہر طرف سے مبارک سلامت کا شور گونج اٹھا۔ اب وہ گلے مل رہے تھے۔ اس کے چہرے پر خوشیوں کا موسم تھا... زہرہ بھی خوش تھی اور سعد بھی۔ ابھی اس کا نکاح فاطمہ سے ہوا تھا' بلیک ایگل آج دولہا بن گیا تھا۔ حیرت کی بات تھی ناں مگر اس سب کے پیچھے شاہ زیب حسن تھا' جو اپنی بیوی عزہ رحمان کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا... جس دن شہروز رضوی اسے ملا تھا' اسی دن وہ اس کا فین ہو گیا تھا۔ وہ اب بری تھا' اور سلطان کے خلاف تو ویسے بھی سارا ریکارڈ ختم ہو چکا تھا۔ عزہ نے شرمندگی سے جب اس سے معافی مانگی تھی' اس کا سارا غصہ پل میں اتر گیا تھا۔ محبت کرنے والوں کو بھلا محبوب پہ کہاں غصہ آتا تھا۔ وہ عزہ سے کیا ملا' اسے زندگی مل گئی۔ پھر فاطمہ کے گھر والوں کو منانے والا بھی وہی تھا۔ کچھ دیر بعد فاطمہ کو اس کے ساتھ لا کر بٹھا دیا گیا۔ ڈیپ ریڈ فراک میں وہ آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی' آنکھیں جھکی ہوئی لرز رہی تھیں' دل دھڑک رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھتے ہی اس کی آنکھوں میں شرارت اتر آئی تھی۔ ابھی نکاح ہوا تھا' رخصتی دو ماہ بعد تھی۔

"میں آج پھر آؤں گا ڈاکٹر' کھڑکی کھول کے رکھنا۔" اس نے شرارت سے سرگوشی کی۔ وہ بے اختیار سمٹ سی گئی۔

"پھر دکھاؤں گا تمہیں' کہاں کہاں درد ہوتا ہے تمہیں دیکھ کر۔" وہ مزید شرارتی ہوا۔ وہ سرخ ہو گئی۔ لوگ چاند سورج کی جوڑی کہہ رہے تھے۔

"آج ڈانٹنا نہیں مجھے؟" اس نے پوچھا۔ فاطمہ نے سر جھکا دیا' وہ ہنس پڑا۔

"علاج کرتے کرتے لاعلاج کر دیا مجھے۔" وہ سرشار تھا اپنی فتح پر۔ وہ جھکے سر کے ساتھ مسکرا دی۔ زندگی کی راہ گزر روشن تھی' راستہ صاف تھا۔ معصوم شیطان اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھا مسکرا رہا تھا اور ابا کو سوچ رہا تھا۔ ابا نے زندگی گزار دی' اس کی بھی گزر جاتی تھی۔ وہ اپنے باپ کی ہر بات نہیں مان سکا تھا مگر اس نے ہر بات رد بھی نہیں کی تھی۔ وہ اللہ سے معافی کا طلب گار تھا اور اسے پتا تھا کہ اسے معافی مل جائے گی۔ کیونکہ ابا کہتے تھے گناہ پر رک جانا' جم جانا گناہ ہے' یہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔ گناہ کر کے پلٹ آنا اللہ بندے کے لیے رحیم بنا دیتا ہے...

✡

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/